ریختی: ایک مختصر انتخاب

یہ انتخاب ذاتی پسند اور ناپسند کے اظہار سے زیادہ اس مقصد کے تحت کیا گیا ہے کہ ریختی کے زیادہ مروّج اور مقبول موضوعات یا مضامین والے اشعار اس میں شامل ہو جا ئیں۔ میرے نزدیک ہاشمیؔ کی ''زنانی'' غزلوں کو محض یا خالص ریختیاں قرار دینا بجا نہ ہوگا، لیکن ان کو اکثر موخّر الذکر کا پیش خیمہ کہا جاتا ہے، اور اکثر مضامین بھی مشترک ہیں، اس لیے ابتدا اس کے اشعار ہی سے کی گئی ہے۔ (چودھری محمد نعیم)

سیّد میراں ہاشمیؔ بیجاپوری (متوفّی ۱٦۹۷)

مرا ٹک ہات چھوڑو جی ہے کل سوں درد شانے کا
تمارے پاؤں پڑتی ہوں مجھے حاجت ہے نہانے کا

خاوند کے اپنے اے ننھی سیوک ہو نت سیوا کرو
ہر کس کی سن کر بات چپ ناکر نشر شیوا کرو

اونوں آویں تو پردے سوں گھڑی بھر بھار بیٹھونگی
بہانے کر کے موتین کے پروتے ہار بیٹھونگی

اجی میں پیٹ تے ہوں چھوڑو میری پشواز کا دامن
ہوئیگا گھر ظلم مجھ پر جدا برنی سوں ڈرتی ہوں
(کذا)

لٹاپٹ میں ٹوٹے ہیں کوئی یو بند دیکھے تو ہے مشکل
بچاری ساس مسکیں ہے نند دیکھے تو ہے مشکل

کہا کیا عیب ہے بولو جو سینہ ہت سوں چھینے کا
کہی میں جیوچ دیونگی ہو جو لینگے نانوں سینے کا

محمّد صدّیق قیسؔ حیدرآبادی (متوفّی ۱۸۱٤)

کاہے کو پہنونگی باجی میں تمھاری انگیا
ایک سے ایک مرے پاس ہے بھاری انگیا

رات کوٹھے پہ تری دیکھ لی چوری انّا
کالی اوپر تھی چڑھی نیچے تھی گوری انّا

ٹوکیاں ڈھیلی ہیں اور تنگ پچھاون میں ددا
اس طرح بھی کوئی سیتا ہے گنواری انگیا

ابٹنا مل کے نہا آتی ہے بو تجھ میں سڑی
کتنی گندی ہے اری دور ہو مردار اصیل

ایسا نہ ہو محل میں کوئی دیکھ لے تجھے
باندی کنارے بیٹھ کے دھو لا ازاربند

سعادت یار خاں رنگینؔ دہلوی/لکھنوی (۱۸۳۵-۱۷۵۵)

گذرے ہیں معمول سے پر دن دوچند
اب کے ہوئی ہوں میں غضب بے نماز

رنگینؔ قسم ہے تیری ہی ہوں میلے سر سے میں
مت کھول کر کے منّت و زاری ازاربند

آج کیوں تو نے دوگانا یہ صبورا باندھا
ٹھیس لگتی ہے بھلا کیونکہ بچہ دانی بچے

ایک تو شکل ڈراونی ہے تری بیچاسی
تس پہ یہ پہاڑ کے دیدے مجھے مت گھور ددا

اس لگانے سے ترے اور بجھانے سے ترے
تیرے تالو میں الٰہی کرے ناسور ددا

یا رب شبِ جدائی تو ہرگز نہ ہو نصیب
بندی کو یوں جو چاہے تو کولھو میں پیل ڈال

اتنا بڑا ہے مسّہ اک آتوں کی ناک پر
جتنی بڑی ددا مری انگلی کی پور ہے

ہے جمعرات گھر اپنے کو دوگانا مت جا
آج دے ڈال یہیں لال پری کی بیٹھک

انشاء اللّٰہ خاں انشآء دہلوی / لکھنوی (۱۸۱۷- ۱۷۵۶)

مردوا مجھ سے کہے ہے چلو آرام کریں
جس کو آرام وہ سمجھے ہے وہ آرام ہو نوج

سینے پہ میرے اپنے کھلے سر کے بال ڈال
بے ریشہ ہیں یہ آم ارے انکی پال ڈال

نہ برا مان تو لوں نوچ کوئی مٹّھی بھر
بیگما تیری کیاری میں نیا ساگ لگا

سارے بھوتوں سے پرے ہے یہ موا خواجہ خبیث
مجھ کو گھورا ہی کرے ہے یہ موا خواجہ خبیث

اے لو اس کو ٹھری میں مجھ کو ڈرانے کے لئے
اک عبا اوڑھ کے بن بیٹھی ہیں حاجی باجی

میں تو کچھ کھیلی نہیں ہوں ایسی کچّی گولیاں
جو نہ سمجھوں بی زناخی جاں تمھاری بولیاں

مرزا علی بیگ نازنیںؔ دہلوی (عہدِ بہادر شاہ ثانی)

کیا جانیے کیا کسبیوں میں شہد گھلا ہے
گھروالیوں سے خوش کوئی شوہر نہیں ہوتا

ہوئی عشّاق میں مشہور یوسف سا جواں تاکا
ہوا ہم عورتوں میں تھا بڑا دیدہ زلیخا کا

میری نماز کھوئی اس مردوے نے آ کر
اٹّھی تھی اے ددا میں کمبخت ابھی نہا ک

اے زناخی مردوا ہے بدگماں
تو نہ کر باتیں ہمارے کان میں

فوّارہ کی طرح سے ذرا بھی نہ تھم سکے
تم ایک بوند پانی پہ کتنا اچھل پڑے

میر یار علی جانؔ صاحب لکھنوی (۱۸۸۶-۱۸۱۰)

شان میں اللہ کی مطلع ہو وہ دیوان کا
جیسے بسم اللہ پھاٹک ہے ہوا قرآن کا

سوت کے منھ کو لگے سات توؤں کی کالک
میرے چولھے میں اسی نے ہوا گاڑا تعویز

وہ ہاتھا پائی رات کو کی مجھ سے چاند خاں
محرم کتاں کی تم نے مری تار تار کی

تم اگر دوگے نہ تن پیٹ کو روٹی کپڑا
کیا خدا کے بھی نہیں گھر میں ٹھکانا میرا

لے چکا منھ میں ہے للّو مری سو بار زباں
ہو گیا کب کا مسلمان یہ کیا کافر ہے

مجھ کو تو ڈالا گھر میں فرنگن کے ہو مرید
مسجد بنائی آپ نے گرجا کے سامنے

چاقو تک رکھنا نہ اب گھر میں بہادر مرزا
ہوتے ہیں حکم سے سرکار کے ہتھیار تلاش

خوب بھڑکایا تھا اس کو سوت نے
میں ہوئی جب گرم ٹھنڈا ہوگیا

آپ ہی پیٹ گرا شکر ہے عزّت نہ گئی
دائی حرمت کے بھی آگے مری حرمت نہ گئی

عابد مرزا بیگمؔ لکھنوی (پ ۱۸۵۷)

زال تو بے شک ہے تو بیٹا اگر رستم نہیں
بار دو دو جوروؤں کا اور کمر میں خم نہیں

پھر موئی عورتوں پر جو نہ ہو تھوڑا ہے ظلم
کونسلوں میں جب کوئی بیگمؔ نہیں خانم نہیں

چھاتیاں نور کے دو قمقمے بن جائیں ابھی
رکھ لو محرم میں دوگانا جو یہ جگنو میرے

لو زباں منھ میں مگر چوسو نہ ہونٹ
چھوٹ سب پانوں کی لالی جائے گی

جھک مار کے پھر کیوں مجھے تم بیاہ کے لائے
رہنا ہی تمہیں گھر میں نہ منظور اگر تھا

نثار حسین خاں شیداؔ الٰہ آبادی (اوائل بیسویں صدی)

الٰہی خون تھوکے سوت کو ہو عارضہ سل کا
اٹھا کر لے گئی جھاڑو پھری بٹّہ مری سل کا

سسرال میں جو پادوں تو میکے میں ہو خبر
اک اشتہار نند ہے اک اشتہار ساس

ایک تو ہے گود میں اور دوسرا ہے پیٹ میں
سال بھر سے مجھ پہ ہے آفت پہ آفت دیکھنا

کھل گئی ہے بہت زباں تیری
منہ کچل دونگی تیرا پتّھر سے

میں جو مر جاؤں تو بچّوں پہ نہ سختی کرنا
رکھنا آرام سے ہونا نہ خفا میرے بعد

سیّد ساجد علی سجنیؔ لکھنوی / بھوپالی (؟۱۹۹۳-۱۹۲۲)

مردوے قید ہوے عورتیں آزاد ہوئیں
کیسا آئین بنایا ہے وطن سے پوچھو

چار کر کے وہ اترائے ہیں
دس کروں میں اگر بس چلے

طلاق دے تو رہے ہو عتاب و قہر کے ساتھ
مرا شباب بھی لوٹا دو میرے مہر کے ساتھ

کیا ٹکے ہیں لال مجھ میں گھورتا ہے کیوں موئے
سچ بتا اے مردوے کیا تیری ماں بہنیں نہیں

مجھے بھی دیکھ لیتے ہیں محبّت کی نگاہوں سے
مگر بھابھی پہ بھیّا کی نظر کچھ اور ہوتی ہے